مروجہ احتجاج کی شرعی حیثیت: تحقیقی مطالعہ

محمد اویس اسماعیل*

ABSTRACT:

Islam is the complete course of life. It gives the lesson to live the life as managed life instead of deformed life to its believers. For this purpose it gave us the concept of unity, in which people spend their activities of life under the instruction of their Leader for the time if their leader acts upon the teachings Allah and his Prophet (P.B.U.H).

If The Leader misuses his power and destroys or crushes all the saying of Sharia, in this case Sharia gave the right of investigation and inquiries, along with that Sharia also gave the autonomy of ideas and thinking. Islamic Sharia completely encourages the right and it is considered nefarious to hide it. To help oppress people, to obviate cruel from cruelty, to co operate in good activities and discourage bad activities, upon these thinking Shariaa does not forbid acquired things. For this purpose, in this era people adopt different types of protest, what is the decision here? What is the bidding here? Is this according to Sharia or adverse? Can we participate in these activities? This article typically moves around this type of question and answers.

Keywords: Protest, Islam, Demonstration, Strike.

خلاصہ

انسان کے بنیادی حقوق کا جتنا خیال اور لحاظ اسلام نے رکھا ہے اس کے مقابلے میں دنیا کا اور کوئی نظام ایسا نہیں ہے جس میں اس طرح انسان کے بنیادی حقوق کے تحفظ کا ایک مکمل نظام (system) موجود ہو۔ یہ انسان کا حق ہے کہ اس کے بنیادی حقوق اس کے مانگے بنا اسے حاصل ہوں اس کے لیے اسے کسی قسم کی نہ کوئی تحریک چلانے کی ضرورت پیش آئے اور نہ ہی اپنے حقوق کے حصول کے لیے احتجاج کے مختلف طریقے اختیار کرنے پر اسے مجبور ہونا پڑے۔

جب کبھی اس کے حقوق دبانے کی کوشش کی گئی تو اس نے اپنے حقوق کے تحفظ اور ان کے حصول کے لیے مختلف طریقے اختیار کیے اور ہر دور میں اس کے مختلف طریقے رہے ہیں۔انسانی تاریخ میں ایسا دور بھی گزرا ہے کہ جب ہر فرد کو اس کا حق اس کے مطالبے کے بغیر مل جاتا تھا یہاں تک کہ ایک عام شہری کو یہ حق بھی حاصل تھا کہ جب چاہے، جہاں چاہے

* ناظم تعلیمات مرکز تعلیم و تحقیق، اسلام آباد برقی پتا: Owaisismail105@gmail.com
تاریخِ موصولہ: ۲۰۱۵/۴/۱۴ء

حاکمِ وقت کا احتساب اور مواخذہ کرے۔ اور اس دور میں لوگوں کو بادشاہی یا جمہوری نظاموں میں جکڑ دیا گیا ہے۔ اور ان نظام ہائے حیات میں جکڑ کر حقِ احتساب تو کیا بنیادی حقوق ہی انسانوں کے لیے عنقا ہیں اور اس جمہوریت کے نام پر ہونے والی امریکیت (جو ظلم وستم کا استعارہ ہے) کے خلاف لوگوں نے ردِعمل کا اظہار کیا اور اس کو مظاہروں، جلوس اور دھرنوں کا نام دیا اور اس طریقے کو مسلمان بھی اختیار کرتے ہیں۔ زیرِ نظر مضمون میں ان کی شرعی حیثیت کے حوالے سے گفتگو کی گئی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ درست بات تک پہنچنے ہمیں کی توفیق عطا فرمائے۔

احتجاج کی صورتیں: احتجاج کی صورتیں مختلف ہوسکتی ہیں:۔(۱) انفرادی (۲) اجتماعی

انفرادی احتجاج کی صورت یہ ہے کہ کوئی ایک شخص اپنے مطالبہ کے لیے تقریر، تحریر یا پھر مروج صورتوں میں سے کوئی طریقہ اختیار کرے۔

اور اجتماعی احتجاج کی صورت یہ ہے کہ ایک سے زائد افراد، کوئی گروہ، تنظیم یا کسی خاص شعبہ سے متعلق افراد اپنے حقوق کے حوالے سے احتجاج کا کوئی طریقہ اختیار کریں۔

احتجاج کے طریقے: احتجاج کے مختلف طریقے ہیں۔

۱ مظاہرہ (Demonstration)

۲ دھرنا (Picket)

۳ جلوس (Rally)

۴ ہڑتال (Strike)

۵ سول نافرمانی (Civil Disobedience)

۶ تحریری طریقہ

۷ تقریر سے (Freedom of Speech)

سب سے پہلے مظاہرے کی تعریف معلوم کرتے ہیں کہ مظاہرہ کا لغوی اور شرعی مفہوم کیا ہے۔

مظاہرہ کے لغوی معنیٰ: ابونصر جوہری الصحاح میں مظاہرہ کے لغوی معنیٰ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: المظاہرہ: المعاونۃ: و التظاھر: التعاون:

مظاہرہ اور تظاہر تعاون اور معاونت کے معنوں میں آتا ہے۔ ابن منظور الافریقی بھی مظاہرہ کے یہی معنی لکھتے ہیں۔

اصطلاحی مفہوم: ابوشجاع الازہری نے مظاہرے کی مندرجہ ذیل الفاظ میں تعریف کی ہے:

حاکمِ وقت سے مطالبات منوانے کے لیے لوگوں کا سڑکوں پر نکل آنا۔

مگر یہ تعریف مکمل نہیں لگ رہی ہے اس لیے کہ لوگ ہمیشہ صرف اپنے مطالبات کو منوانے کے لیے نہیں آتے بلکہ کبھی

کبھار اپنی قوت کے اظہار یا ظالم کے خلاف اور مظلوم کی حمایت اور دیگر مقاصد کے لیے بھی ان کا انعقاد کرتے ہیں۔اور اس کے لیے سڑکوں پر نکل آنا بھی ضروری نہیں ہے بلکہ اس کے مختلف اور طریقے بھی ہو سکتے ہیں۔اس لیے اس کی مندرجہ ذیل الفاظ میں بھی تعریف کی جا سکتی ہے۔

مظاہرہ لوگوں کا مطالبات منوانے یا مظلوم کی حمایت کرنے یا اپنی قوت کے اظہار کے لیے ایک ذریعے کا نام ہے۔

اس تعریف کی رو سے اب یہ ضروری نہیں ہے کہ لوگ صرف سڑکوں پر نکل آئے بلکہ اپنے مطالبات کو منوانے اور اپنی قوت کے اظہار کے کے لیے کسی اور کام کی غرض سے کوئی بھی ایسا طریقہ اختیار کر سکتے ہیں جن سے وہ اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل کریں۔اس لیے کہ مظاہرہ صرف سڑکوں پر نکل آنے کا نام نہیں بلکہ اپنے مقاصد کے حصول کے لیے کوئی بھی وسیلہ اختیار کرنے کا نام ہے اور سڑکوں پر نکل آنا بھی اس کا ایک ذریعہ ہے۔

احتجاج کو انگریزی میں (protest) کہتے ہیں جس کی درج ذیل تعریف کی گئی ہے:

> A protest (also called a remonstrance, remonstration or demonstration) is an expression of bearing witness on behalf of an express cause by words or actions with regard to particular events, policies or situations.(۵)

احتجاج (جسے remonstrance، remonstration یا مظاہرے بھی کہا جاتا ہے) خاص واقعات، پالیسیوں یا حالات کے حوالے سے الفاظ یا عمل کے ذریعے کسی کی وجہ سے گواہی کے اظہار کا نام ہے۔

مظاہروں کے مقاصد

اس بات کی وضاحت تو ہو چکی ہے کہ مظاہرہ صرف اپنے مطالبات کے منوانے کا نام نہیں ہے بلکہ اس کے انعقاد کے مختلف حوالے اور مقاصد ہو سکتے ہیں۔درج ذیل میں اس کے مختلف مقاصد ذکر کیے جا رہے ہیں۔یاد رہے کہ مظاہرہ کے صرف یہی مقاصد نہیں ہے جو یہاں بیان کیے جا رہے ہیں بلکہ اس کے علاوہ اور بھی مقاصد ہو سکتے ہیں۔

۱۔ اپنے جائز مطالبات اور حقوق کے حصول کے لیے

۲۔ ظالم کو ظلم سے روکنے اور مظلوم کی حمایت کے لیے

۳۔ شعائر اسلام کے تحفظ اور اسلام کی قوت کے اظہار کے لیے

۴۔ حاکمِ وقت کے فیصلے کی حمایت یا مخالفت میں

۵۔ منکرات کی روک تھام کے لیے

۶۔ قوانینِ اسلام کے نفاذ کے لیے

علما کی آراء

مظاہرے کی شرعی حیثیت کے حوالے سے علما میں مختلف آراء موجود ہیں کوئی اس کے جواز ،اور کوئی عدمِ جواز کے قائل ہیں خاص کر علماے عرب کا اس میں شدید اختلاف موجود ہے۔ یہاں پر ہم دونوں گروہوں کے علما کی آراء درج کرتے ہیں تاکہ صورتِ مسئلہ نکھر کر سامنے آجائے۔

عدمِ جواز کے قائلین

جو لوگ اس پر عدمِ جواز کا فتویٰ لگاتے ہیں ان میں سعودی عرب کے سابق مفتی اعظم عبدالعزیز بن باز، محمد بن صالح العثیمین ، ناصر الدین البانی، صالح بن غصون اور ان کے علاوہ دیگر علما شامل ہیں۔ رحمہم اللہ

ان میں سے عبدالعزیز بن بازؒ کا کہنا ہے کہ یہ نہ تو رسول اللہﷺ کی سنت ہے اور نہ ہی صحابہ کرامؓ نے کبھی یہ طریقہ اختیار کیا ہے۔ بلکہ اسلام نے تو ہمیں نیکی کی طرف توجہ دلانے ،نصیحت کرنے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے اور اسی طرح نیکی اور تقویٰ کی راہ پر ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنے کا طریقہ اختیار کرنے کی ہدایت کی ہے۔ برائی کو بزور قوت روکنا ہر کسی کے اختیار میں نہیں ہے بلکہ یہ حق اس کو حاصل ہے جو کسی گروہ میں بااختیار ہو۔ مثلاً گھر کا سربراہ، کسی تنظیم کا امیر اور اسی طرح حکومت کے عہدیداران کو اس کا حق حاصل ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اگر ہر کس و ناکس برائی کو بزور قوت روکنے کی کوشش کرے گا تو اس سے فتنہ وفساد اور لڑائی جھگڑے کی آگ پھیلے گی اور اس سے سوائے آپس میں پھوٹ پڑنے کے اور کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔

اسی طرح محمد بن صالح العثیمینؒ کہتے ہیں کہ تمام مادی وسائل اور اختیارات حکومت کے ہاتھ میں ہے اور جو انقلابی گروہ ہیں ان کے پاس سوائے چرواہے کی لاٹھی اور کچن کی چھڑی کے اور کچھ بھی نہیں ہے اور یہ چیزیں اسلحے کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ مناسب طریقہ اور حکمتِ عملی کا تقاضا یہی ہے کہ ہم انقلاب کے لیے جلدی نہ کریں بلکہ حالات کے مطابق اپنی حکمتِ عملی وضع کریں کیونکہ جو قوم اور ملک عرصۂ دراز استعمار کے زیرِ نگیں رہی ہو ممکن نہیں کہ وہ ایک ہی دن میں بدل جائے۔

ناصر الدین البانیؒ تو مظاہروں کو اہلِ کفر کی تقلید قرار دیتے ہیں اور اس کو نبوی طریقے سے ہٹ کر معاشرے کی اصلاح سے تعبیر کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ معاشرے کی اصلاح کا کام نعروں سے چیخنے چلانے یا مظاہروں سے نہیں بلکہ خاموشی کے ساتھ مسلمانوں میں تعلیم کے فروغ اور ان کی تربیت سے ممکن ہے۔

اسی طرح صالح بن غصون کہتے ہیں کہ جو شخص بھی مظاہروں کا راستہ اختیار کرے گا لامحالہ وہ زیادتی، ہنگامے یا پھر اختلافات اور جھگڑوں کا راستہ اختیار کرے گا جس سے معاشرے میں انتشار اور فرقہ بندی کا راستہ ہموار ہوگا جو درحقیقت شیطانی ہتھکنڈے اور خوارج کا نعرہ ہے۔ ان کا طریقہ یہی تھا کہ جو چیز ان کے نزدیک ناجائز ہوتی اس کی نکیر اسلحے کے زور

پر کرتے جو بھی ان کے عقائد کے خلاف ہوتا اس کا خون مباح سمجھتے اور اس کو قتل کر دیتے۔

(نوٹ: شیخ ابن بازؒ اور شیخ صالح العثیمینؒ کے فتاویٰ کے حوالے سے محی الدین قرۃ داغی کا کہنا ہے کہ ''قرینِ انصاف بات یہ ہے کہ میں اس چیز کو واضح کر دوں کے شیخ علامہ ابنِ بازؒ اور شیخ ابنِ عثیمینؒ کے فتاویٰ 1412ھ میں حج کے دوران ایرانی حجاج کے مظاہرات کے متعلق تھے ...وہ زمانہ، وسائل، مقاصد اور غرض و غایت وغیرہ جو ان کے سابقہ فتاویٰ میں مذکور ہیں وہ موجودہ مظاہروں کے احوال، مقاصد، زمانے اور وسائل سے یکسر مختلف ہیں''۔)

اعتراضات کا حاصل: اگر ہم ان تمام مانعین کے اعتراضات کا جائزہ لیں تو ہمیں اس میں تین بنیادی اعتراضات نظر آتے ہیں جن کا حاصل یہ ہے۔

۱۔ مظاہروں کے بدعت ہونے کا اعتراض۔

۲۔ دوسرا اعتراض کہ یہ خارجیوں کا کام اور اسلامی حکومت کے خلاف خروج ہے۔

۳۔ اور تیسرا سبب یہ ہے کہ مظاہرے کفار کی تقلید ہے۔

قائلینِ جواز: ان میں سے ایک ابو شجاع الازہری ہیں جن کا کہنا ہے کہ فی نفسہٖ مظاہرہ کا حکم یہ ہے کہ یہ جائز ہے اس لیے کہ سڑکوں پر نکلنا اور حکومتی ذمہ داران سے مطالبات منوانا مشروع ہے اس میں کسی قسم کی حرمت نہیں ہے۔ اور اس کے جواز کی دلیل کے طور پر وہ کہتے ہیں کہ انسانی افعال دو اقسام کے ہوتے ہیں ایک تو وہ جن کا تعلق عبادات سے ہیں مثلاً نماز حج وغیرہ اور دوسرے وہ جن کا تعلق عادات سے ہیں جیسے نیند کرنا، تعمیرات کرنا وغیرہ اور مظاہرہ بھی عادات میں سے ہے نہ عبادات میں سے اور عادات میں اصل قانون اباحت کا ہے۔ جو اس کو حرام کہتا ہے اسے اس کی حرمت کی دلیل پیش کرنی چاہیے۔

الجزائر کے عالمِ دین علی بن حاج نبی کریمؐ کی سیرت اور خلفاے راشدین کی سنت سے استدلال کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ جو اس کے جواز کے قائل ہیں انہیں اس کے جواز اور وجوب کی دلیل پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اصل میں یہ ایسے وسائل میں داخل ہے جن کے متعلق شریعت نے سکوت اختیار کیا ہے اور یہ 'عفوِ شرعی' کے دائرے میں آتا ہے۔ جن کا شمار عادات میں ہوتا ہے اور عادات میں اصل اباحت کا قانون ہے الاّ یہ کہ اس کی ممانعت پر کوئی خاص دلیل وارد ہوئی ہو اور یہاں ایسی کوئی دلیل نہیں ہے۔

اسی طرح مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ اپنی کتاب اسلامی ریاست میں 'ظلم کے خلاف احتجاج کا حق' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں'' اسلام کے بنیادی حقوق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آدمی ظلم کے خلاف آواز اٹھانے کا حق رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے } لا یُحِبُّ اللّٰہُ الجَھرَ بِالسُّوءِ مِنَ القَولِ اِلا مَن ظُلِمَ وَکَانَ اللّٰہ سَمِیعًا عَلِیمًا { (النساء: ۱۴۸) 'اللہ اس کو پسند نہیں کرتا کہ آدمی بدگوئی پر زبان کھولے الاّ یہ کہ اس پر ظلم کیا گیا ہو' یعنی مظلوم کو یہ حق

حاصل ہے کہ وہ ظالم کے خلاف آواز اٹھائے۔

اسی طرح اگر معاشرے میں برائی پنپ رہی ہے اور اس کے انسداد کی فکر نہیں کی جاتی تو اس حوالے سے ان کا کہنا ہے ''اگر برائی ہو رہی ہو تو صرف یہی نہیں کہ بس اس کے خلاف آواز اٹھائے بلکہ اس کے انسداد کی کوشش بھی فرض ہے اور اگر اس کے خلاف آواز نہیں اٹھائی جاتی اور اس کے انسداد کی فکر نہیں کی جاتی تو الٹا گناہ ہوگا۔ مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اسلامی معاشرے کو پاکیزہ رکھے اگر اس معاملے میں مسلمان کی آواز بند کی جائے تو اس سے بڑا ظلم کوئی نہیں ہوسکتا۔''

اس پیراگراف کا عنوان انہوں نے 'آزادی اظہار رائے' قائم کیا ہے یعنی آزادی اظہار رائے بھی اسلام کے دیے ہوئے بنیادی حقوق میں سے ایک حق ہے۔ جن علما کا کہنا ہے کہ احتجاج کے راستے پر چلنا شرعاً ناجائز ہے ان کے دلائل کا تجزیہ کرتے ہیں کہ کہاں تک جائز اور کہاں ناجائز ہے۔

مظاہروں کے بدعت ہونے کا اعتراض

جو علمائے کرام اس بنیاد پر مظاہروں کے عدمِ جواز کے قائل ہیں کہ یہ بدعت ہیاور عہدِ نبویؐ کے دور میں ہمیں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی تو یہ اعتراض بنیادی طور پر بدعت کی تعریف پر پورا نہیں اترتا کیونکہ بدعت کی لغوی اور شرعی تعریف علما نے مندرجہ ذیل الفاظ میں کی ہے۔

بدعت کی لغوی تعریف

ابن منظور الافریقی بدعت کی لغوی تعریف مندرجہ ذیل الفاظ میں کرتے ہیں:

''بدع الشیء یبدعه بَدعًا وابتدعه: کا مطلب ہے کسی چیز کو ایجاد کرنا اور پیدا کرنا: میں نے اس کا استنباط کیا اور اس کو ایجاد کیا. اور بدعت، ایجاد کے معنوں میں ہے اور جو دین میں اس کے مکمل ہو جانے کے بعد ایجاد کی جائے''۔

بدعت کا شرعی مفہوم

امام شاطبیؒ نے بدعت کا شرعی مفہوم ان الفاظ میں واضح کیا ہے:

''دین میں ایسا طریقہ ایجاد کرنا جو شریعت کے منافی ہو، اور اس کا مقصد اس طریقے پر چل کر اللہ کی عبادت زیادہ بہتر طریقے سے کی جائے۔''

اور امام ابنِ تیمیہؒ نے ان الفاظ میں بدعت کا مفہوم اجاگر کیا ہے۔ ''دین میں بدعت کا مفہوم یہ ہے کہ وہ چیز جس کو اللہ اور اس کے رسولؐ نے مشروع نہ کیا ہو، اور اس کا اس نے نہ وجوبی اور نہ ہی استحبابی طور پر حکم دیا ہو، ہاں اگر اس کا ایجابی یا استحبابی طور پر حکم دیا ہو اور شرعی دلائل سے وہ معلوم بھی ہو گیا ہو تو وہ دین کا حصہ ہے جس کا اللہ نے حکم فرمایا ہے، اگرچہ اس کے حوالے سے اولوالامر میں اختلاف ہو جائے اور چاہے وہ کام نبی کریمؐ کے دور میں وقوع پذیر ہوا ہو یا نہ ہوا ہو''۔

احادیث سے بھی بدعت کا مفہوم واضح ہوتا ہے کہ بدعت کس چیز کو کہا جاتا ہے۔سیدہ عائشہؓ سے مروی ہے فرماتی ہیں رسول اللہؐ نے فرمایا''جس نے دین کے معاملے میں کوئی چیز گھڑی جو اس میں سے نہیں تھی تو وہ قابلِ رد ہے''۔اور اسی روایت کے دوسرے الفاظ یہ ہیں کہ''جس نے کوئی ایسا کام کیا جس پر دین کا کوئی حکم وارد نہیں ہے تو وہ قابلِ رد ہے''۔اور اسی طرح نبی کریمؐ کی حدیث مبارکہ ہے:''ہر بدعت گمراہی ہے''۔اس حدیث کی تشریح میں حافظ ابنِ حجرؒ لکھتے ہیں:

کل بدعة ضلالة کا مطلب ہے ایسا نیا کام جس کی شریعت میں نہ خصوصی اور نہ ہی کوئی عمومی دلیل ہو۔

اور اسی طرح ابنِ رجب حنبلیؒ لکھتے ہیں: وہ نیا کام جس کے لیے شریعت میں کوئی ایسی دلیل نہ ہو جو اس پر دلالت کرے اگر کوئی ایسا کام ہو جس پر شریعت میں کوئی دلیل بن سکتی ہو تو وہ بدعت نہیں ہے اگرچہ کہ لغوی معنوں میں اس پر بدعت کا اطلاق ہوتا ہو۔

بدعت کے اس مفہوم سے واضح ہوا کہ دین میں بطور ثواب شروع کیا جانے والا وہ عمل جس پر کوئی دلیل نہ آئی ہو اس کی ممانعت ہے۔اور جہاں تک رہا احتجاج کا مسئلہ تو کسی نے یہ نہیں کہا کہ یہ بھی دین کا حصہ ہے اور جو اس میں حصہ نہیں لے گا تو لائقِ ملامت ہوگا۔بلکہ ان کا کہنا ہے کہ یہ عادات میں سے ہے اس کا دین کے ساتھ ایسا کوئی تعلق نہیں کہ اس کے بغیر کسی مسلمان کے ایمان میں کمی واقع ہو۔

ہاں البتہ جہاں ایسا مسئلہ درپیش ہو جہاں شعائرِ اسلام کی تضحیک کی جائے،ناموسِ رسالتؐ پر حرف آئے اور مسلمانوں کے دینی عقائد کا برملا شرارت میں مذاق اڑایا جائے وہاں تو ہر مسلمان کا دینی فرض بنتا ہے کہ اپنے ایمان کے تحفظ،ناموسِ رسالتؐ کی حفاظت کے لیے میدان میں نکلے اب چاہے اس کا نام کوئی احتجاج رکھتا ہے یا دفاع اس سے کوئی غرض نہیں ہونی چاہیے بلکہ اصل مقصود کو دیکھا جائے گا کہ یہاں اس چیز کی ضرورت کیوں پیش آئی۔

خروج کا اعتراض: دوسرا اعتراض یہ تھا کہ یہ حکمران کے خلاف خروج ہے جس کا اسلام نے سختی سے منع کیا ہے۔الا یہ کہ حکمران کھلے کفر میں مبتلا نہ ہو جائے۔

اس کی وضاحت یہ ہے کہ جو لوگ احتجاج کے قائل ہیں وہ بھی اس کو شرعی حدود میں جائز قرار دیتے ہیں۔کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ مظاہرین اسلحہ اٹھا کر اہلِ اقتدار کے خلاف جنگ شروع کر دے۔اور اس میں صرف اہلِ اقتدار کے خلاف لوگ کھڑے نہیں ہوتے بلکہ کبھی ان کی حمایت،اسلام کے دفاع اسی طرح دیگر مقاصد کے لیے بھی اس کا انعقاد کرتے ہیں۔اسی طرح خروج کی جو تعریف علما نے ذکر کی ہے احتجاج کی کوئی صورت بھی اس پر پوری نہیں اترتی۔خروج کی تعریف مندرجہ ذیل ہے۔خارجی وہ ہے جو امامِ حق کے خلاف بغاوت کرے۔اور احتجاج میں تو لوگ کسی نہ کسی جائز مقصد کے حصول کے لیے اس راستے کو اختیار کرتے ہیں۔

کفار کی تقلید کا اعتراض: تیسرا اعتراض یہ تھا کہ مظاہرے وغیرہ کفار کی مشابہت اختیار کرنا ہے اور اسلام میں اہلِ کفر کی مشابہت اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ جہاں تک کفار سے مشابہت کی بات ہے تو موجودہ جمہوری ادوار میں ان مظاہروں کا آغاز تو سترھویں صدی میں ہوا تھا۔ اور اس کا آغاز اس طرح ہوا کہ جرمن ٹاؤن پنسلوانیا میں غلامی کے خاتمے کی تحریک اٹھی اور لوگوں نے غلامی کے خاتمے کے لیے مظاہروں کا آغاز 1688ء میں کیا۔

> On February 18, 1688, in response to fellow Quaker families in Germantown, Pennsylvania, who had decided to practice slavery, members of the Society drafted this first protest against slavery in the new world.(۲۲)

۱۸ فروری، ۱۶۸۸ جرمن ٹاؤن، پنسلوانیا میں کویکر خاندانوں کی طرف سے غلامی کی مشق کرنے کا جو فیصلہ کیا گیا تھا اس کی مخالفت میں سوسائٹی کے ارکان نے غلامی کے خاتمے کے لیے اس جدید دنیا میں یہ پہلا احتجاجی مظاہرہ کیا۔

اور اس کے برعکس احتجاج اور اظہارِ قوت کے مختلف طریقے اسلامی ادوار میں اس سے پہلے ہی رائج تھے۔ اور اس کی مثالیں ذیل میں دی جارہی ہیں۔

مثالِ اوّل: سیدنا ابو ہریرہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ''ایک شخص نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے پڑوسی کی شکایت کی تو رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا 'جاؤ اور صبر کرو' اس کے باوجود وہ شخص دو یا تین مرتبہ آیا تو رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا ''جاؤ اور اپنا سامان راستے میں ڈال دو' اس شخص نے اپنا سامان راستے میں ڈال دیا تو لوگ اس سے پوچھنا شروع ہو گئے کہ کیا ہوا؟ تو اس نے اپنا مسئلہ ان کے سامنے بیان کیا (اس کی شکایات سن کر) لوگ اس (کے پڑوسی) کو لعن طعن کرنا شروع ہو گئے پس اللہ نے اس کے ساتھ ایسا ایسا کیا (یہ دیکھ کر) اس کا پڑوسی اس کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ چلو اب تمہیں مجھ سے کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی''۔

استدلال

۱) ظالم کے ظلم کے خلاف احتجاج

۲) احتجاجاً سڑک پر نکلنا

۳) دوسرے لوگوں کا اس مظلوم سے اظہارِ یکجہتی اور ظالم کی مذمت کرنا

۴) اپنے حق کے وصول ہونے اور ظالم کے اپنے ظلم سے باز آجانے تک سڑک پر دھرنا دینا

۵) اور رائے عامہ کو اپنے حق میں ہموار کرنا

۲۔ ہشام سے روایت ہے اپنے والد سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ جب فتحِ مکہ کے سال رسول اللہؐ (مکہ) کی طرف روانہ ہوئے تو قریش تک یہ خبر پہنچ گئی (یہ خبر سن کر) ابوسفیان [بن حرب]، حکیم بن حزام اور بدیل بن

ورقاء رسول اللہؐ کی جاسوسی کے لیے نکل پڑے یہاں تک کہ جب وہ مقام ظہران پر پہنچے تو انہوں نے آگ جلتی ہوئی دیکھی یوں محسوس ہو رہا تھا کہ گویا یہ عرفہ کی آگ ہو ابوسفیان کہنے لگا یہ کیا ہے؟ لگتا ہے کہ یہ عرفہ کی آگ ہے! بدیل بن ورقاء کہنے لگا کہ بنی عمرو والوں کی آگ لگ رہی ہے تو ابوسفیان نے کہا کہ عمرو والوں کی اتنی آگ نہیں ہو سکتی رسول اللہؐ کے پہرے داروں کی ان پر نظر پڑی تو ان تک پہنچے اور انہیں گرفتار کر کے رسول اللہؐ کے پاس لے آئے پھر ابوسفیان نے اسلام قبول کر لیا (اس کے بعد) جب سفر شروع ہوا تو رسول اللہؐ نے عباسؓ سے فرمایا "ابوسفیان کو پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا کر دو تا کہ وہ مسلمانوں کی قوت کا مشاہدہ کرے"۔

استدلال

جب آپؐ اپنے اصحاب کے ساتھ مقام مرالظہران پہنچے تو ہر شخص کو اپنی آگ جلانے کا حکم دیا تا کہ جب دشمن جاسوسی کے لیے آئے تو اسے مرعوب کیا جا سکے جیسے مذکورہ تین لوگوں کے ساتھ ہوا۔ اندازہ لگائیں کہ جنگ شروع ہونے سے پہلے دشمن کے دلوں پر اپنی افرادی قوت کی دھاک بٹھانے کے لیے کیسی حکمتِ عملی اختیار کی گئی کہ دس ہزار کے لشکر میں موجود ہر شخص نے اپنی آگ خود جلائی ایک ہی جگہ پر دس ہزار لوگوں کی جلائی ہوئی آگ کا منظر کیا ہوگا اور اس سے دشمن پر کیسا رعب بیٹھا ہوگا؟ خود ابوسفیان کے الفاظ دیکھیے یہ تو عرفہ کی آگ لگتی ہے! یعنی یہاں پر اتنی زیادہ تعداد ہے۔ آدھی جنگ تو دشمن یہیں ہار گیا!

۲۔ اللہ کے رسولؐ نے ابوسفیان کے متعلق حکم ارشاد فرمایا کہ اس کو پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا کرو تا کہ یہ مسلمانوں کی قوت کا مشاہدہ کرے۔ دشمنانِ اسلام کو مرعوب کرنے کے لیے اپنی طاقت کا اس سے بڑھ کر اور مظاہرہ کیا ہوگا جس کا ذکر مذکورہ حدیث میں ہوا ہے۔

۳۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہؐ اور ان کے اصحاب مکہ پہنچے تو مشرکین کہنے لگے کہ کچھ لوگ یہاں پر آئے ہیں جن کو یثرب کی آب و ہوا نے کمزور کر دیا ہے تو (یہ باتیں سن کر) رسول اللہؐ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ "تین چکروں میں رمل کرو اور دو رکنوں کے درمیان چلیں"۔

۴۔ زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ عمر بن خطابؓ نے رکن (یمانی) کے پاس کھڑے ہو کر کہا "اللہ کی قسم میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نہ فائدہ دے سکتا ہے اور نہ ہی نقصان پہنچا سکتا ہے اگر میں رسول اللہؐ کو نہ دیکھتا کہ انہوں نے تجھے استلام کیا ہے تو میں کبھی تجھے استلام نہ کرتا پھر اس کے بعد اسے استلام کیا اس کے بعد فرمایا ہمارا رمل سے کیا لینا دینا بے شک (یہ تو) ہم مشرکین کو دکھایا کرتے تھے اور اللہ نے ان کو ہلاک کر دیا پھر فرمانے لگے جس چیز کو رسول اللہؐ نے جاری کیا ہو تو ہمیں پسند نہیں ہے کہ اس کو چھوڑ دیں"۔

استدلال

طواف میں رمل (سینہ تان کر چلنے) کا آغاز کفار اور دین دشمنوں پر مسلمانوں کی دھاک بٹھانے کے لیے کیا گیا۔اور اس لیے بھی کہ اسلام کی قوت کا بھرپور مظاہرہ کیا جائے تاکہ کوئی مسلمانوں کی قوت کے متعلق غلط فہمی کا شکار نہ ہو۔اور یہ بات تو سیدنا عمرؓ نے خود ارشاد فرمائی ہے'**مالنا وللرملانما کنا راء ینا المشرکین وقد اھلکھم اللہ**'

ہمارا رمل سے کیا لینا دینا بے شک (یہ تو) ہم مشرکین کو دکھانے کے لیے کرتے تھے۔

۵۔ایاس بن عبداللہ بن ابی ذباب سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا'اللہ کی بندیوں کو نہ مارو' (پھر کچھ دنوں بعد) عمر بن خطابؓ رسول اللہؐ کے پاس آئے اور کہنے لگے یارسول اللہ عورتیں تو اپنے شوہروں پر جری ہوگئیں ہیں تو رسول اللہؐ نے انہیں (تادیباً) مارنے کی اجازت دے دی پھر بہت سی خواتین نے آلِ محمد کے پاس چکر لگائیں اور وہ سب کی سب اپنے شوہروں کی شکایت کررہی تھی تو رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا'بلاشبہ ستر عورتوں نے آلِ محمد کے چکر لگائے ہیں اور وہ سب کی سب اپنے شوہروں کی شکایت کررہی تھیں۔

استدلال

جب اپنی بیویوں کو تادیباً مارنے کی اجازت دی گئی تو ستر خواتین نے اپنے شوہروں کے خلاف شکایت کے لیے آلِ محمد کے گھروں کے چکر لگائے اور اگر اس کو آج کے الفاظ میں کہیں تو ستر خواتین نے احتجاجاً آلِ محمد کے گھروں کے چکر لگائے تو کیا یہ بھی مظاہرے کی ایک صورت نہیں ہے؟ یاد رکھیے مظاہرہ وسائل میں سے ہے اور ہر دور میں اس کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں۔

۶۔ابنِ عباسؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ''میں نے عمرؓ سے پوچھا کہ کس وجہ سے آپ کو فاروق کا لقب عطا کیا گیا؟ انہوں نے جواب دیا حمزہ مجھ سے تین دن قبل اسلام لائے تھے پھر اللہ نے میرا سینہ (اسلام کے لیے) کھول دیا اور میں نے کہا اللہ لاالہ الاھو لہ الاسماء الحسنٰی پھر روئے زمین پر رسول اللہؐ کی ذات سے بڑھ کوئی محبوب نہ رہا (ایمان لانے کے بعد دارِ ارقم میں پوچھتے ہیں) میں نے کہا یارسول اللہ کیا ہم حق پر نہیں ہیں اگر ہم زندہ رہیں یا مرجائیں؟ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے بے شک تم حق پر ہو چاہے زندہ ہو یا مرجاؤ۔عمرؓ نے فرمایا تو میں کہا پھر دعوت اتنی خفیہ کیوں؟ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے ہم ضرور (اعلانیہ) نکلیں گے پھر ہم رسول اللہؐ کو دو صفوں میں لے کے نکلے ایک میں حمزہ اور دوسری طرف میں تھا اور رسول اللہؐ کو ایسے گھیرا ہوا تھا جیسے چکی کے دو پاٹ ہو یہاں تک کہ ہم مسجد میں داخل ہوگئے فرماتے ہیں کہ قریش نے میری اور حمزہ کی طرف دیکھا اور ان کو ایسا غم لاحق ہوا کہ اس سے پہلے ان کو ایسا غم نہیں ہوا تھا اس دن رسول اللہؐ نے مجھے فاروق کا لقب عطا کیا اور اللہ نے (اس دن) حق اور باطل میں واضح فرق کردیا''۔

استدلال

اس سے بڑھ کر مظاہرہ اور کیا ہوگا کہ آغازِ اسلام میں تعداد میں کم ہونے کے باوجود مسلمان با قاعدہ منصوبہ بندی کے ساتھ کفر کے مدمقابل اوران کے سرداروں اور پالیسی سازوں کے خلاف رسول اللہ ﷺ کی قیادت میں اسلام کی قوت کے اظہار کے لیے نکلے اور سیدنا عمرؓ خود اس بات کو بیان کرتے ہیں کہ اس سے ان کو ایسی تکلیف پہنچی کہ اس سے پہلے ان کے ساتھ ایسا نہیں ہوا تھا۔ **فاصابتھم کآبلم یصبھم مثلھا** ان کو ایسا غم لاحق ہوا کہ اس سے پہلے ان کو ایسا غم نہیں ہوا تھا۔

۷۔ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ نے صفا اور مروہ کے درمیان مشرکین کو اپنی قوت دکھانے کے لیے سعی کی۔''

اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ با قاعدہ اپنی قوت سے دشمن کو مرعوب کرنا چاہیے اور اس کو اپنی قوت دکھانی چاہیے تاکہ دشمن مسلمانوں کی قوت کے حوالے سے کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ رہے۔ اور اس سے یہ معلوم ہوتا کہ اپنی طاقت کا اظہار کرنا چاہیے۔

دھرنا: دھرنے کے جواز کی دلیل اسلامی تاریخ سے جو مثالیں پیش کی تھیں اس میں پہلی مثال کے تحت گزر چکی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خود ایک شخص کو اپنا مال سڑک پر ڈال کر بیٹھ جانے کی اجازت دی تھی اور یہ اس وقت تک تھی جب تک ظالم اپنے ظلم سے باز نہیں آجاتا۔ البتہ ایسی صورتحال پیدا نہ ہو کہ اس کی وجہ سے باقی لوگ پریشانی میں مبتلا ہو جائیں۔

جلوس: عربی زبان میں جلوس ویسے تو بیٹھنے کے معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ لیکن مروجہ احتجاج کے رو سے اردو میں اس کا استعمال با قاعدہ اجتماعیت میں احتجاجاً باہر نکلنے کو کہتے ہیں جس کو انگلش میں ریلی (rally) کہا جاتا ہے۔ کبھی پیدل اور کبھی گاڑیوں پر اس کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ اور اس کی دلیل بھی اسلامی تاریخ سے نظائر میں سب سے آخری نظیر جس میں سیدنا عمرؓ اور سیدنا حمزہؓ دو صفوں میں نبی کریم ﷺ کو لے کر نکلے تھے تاکہ دشمنوں کو ذہنی پریشانی و تکلیف پہنچائے، سے ملتی ہے۔

ہڑتال: اگر عوام خود ہڑتال کی دی گئی اپیل پر ساتھ دیں تو ان کی مرضی ایسی ہڑتال کرنا جس سے عوام لاتعلقی کا اعلان کریں تو زور زبردستی سے ہڑتال کے لیے کسی کو مجبور نہیں کیا جا سکتا۔

ایسی بھوک ہڑتال کرنا جس سے جان جانے کا خدشہ ہو وہ بھی طریقہ جائز نہیں ہے۔

ایسی ہڑتال جس کی وجہ سے انتظامی معاملات میں رکاوٹ پیدا ہو اور جس کی وجہ سے اجتماعیت کو نقصان ہو رہا ہو وہ بھی جائز نہیں ہے۔

تحریری اور تقریری طریقِ احتجاج (Freedom of Speech)

تحریری اور تقریری طریقِ احتجاج کو آزادی اظہارِ رائے کے زمرے میں بیان کیا جا سکتا ہے۔ اور اس حوالے سے

جس آیت

''لا یحب اللہ الجھر بالسوء من القول الا من ظلم'' سے مولانا مودودیؒ نے استدلال کیا ہے وہ بہترین دلیل ہے۔

اور اس آیت کی تفسیر میں ابنِ عباسؓ کی یہی رائے ہے وہ کہتے ہیں:

اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ لوگ ایک دوسرے کے خلاف بد دعا کریں مگر وہ شخص جس پر ظلم کیا گیا ہو تو اسے اجازت ہے کہ وہ ظالم کے خلاف بد دعا کرے الا من ظلم کا یہی مطلب ہے اور اگر وہ صبر کرے تو یہ اس کے لیے بہتر ہے۔

اسی طرح امام رازیؒ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کی رسوائی اور اس کی قباحتیں بیان کرنے کو پسند نہیں کرتا مگر یہ کہ وہ شخص جس کا نقصان دہ ہونا اور اس کا مکروفریب بہت زیادہ ہو گیا ہو۔ اور اس صورت میں اس کی رسوائی کا اظہار جائز ہے، اور اسی لیے رسول اللہﷺ نے ارشاد فرمایا ہے ''فاسق میں جو قباحتیں ہیں اسے بیان کرو تاکہ لوگ اس سے بچیں''۔

جس پر ظلم کیا گیا ہو وہ کیا کرے اس حوالے سے امام رازیؒ مختلف اقوال ذکر کرتے ہیں:

پہلا قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسی بلند آواز پسند نہیں کرتے جس میں کسی دوسرے کی برائی ہو سوائے مظلوم کے، اس کو اجازت ہے کہ جس نے اس پر ظلم کیا ہے اسے وہ بلند آواز میں بد دعا دے۔ اور یہ قول قتادہؓ اور ابنِ عباسؓ کا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ مظلوم اپنے آپ پر ہونے والے ظالم کے ظلم کو بیان کرے۔ اور یہ قول مجاہدؒ کا ہے۔

اور تیسرا قول یہ ہے کہ کسی کے خفیہ حالات کو بیان کرنا جائز نہیں ہے اس لیے کہ اس کی وجہ سے لوگ غیبت میں مبتلا ہو جائیں گے اور اس طرح وہ شخص شکوک میں مبتلا ہو سکتا ہے، لیکن وہ شخص جس پر ظلم ہوا ہو تو وہ اپنے آپ پر ہونے والے ظلم کا اظہار کرے کہ اس نے چوری کی یا مال غصب کیا ہے۔ اور یہ قول اصمؒ کا ہے۔

اور چوتھا قول ہے کہ سوا اس شخص کے جو اپنے آپ پر ہونے والے ظلم کے خلاف مدد طلب کرے۔ اور یہ قول حسنؒ کا ہے۔

اگر اسلام نے آزادی اظہار رائے کا حق دیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ مظلوم اپنے آپ پر ہونے والا ظلم بیان کرے۔ اور جو حقیقت ہو صرف اتنا ہی بیان کرے ایسا نہ ہو کہ بات کو بڑھا چڑھا کر پیش کرے جو جھوٹ کے زمرے میں آئے گا۔ اور اسی طرح وہ بہتان تراشی بھی نہیں کرے گا۔ گالم گلوچ سے بچے اور برے القاب سے کسی کو نہیں پکارے گا۔

مظاہرے کے آداب (Manners)

اگر کوئی اس کے جواز کا قائل ہے تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اس میں شرعی اصول وضوابط، اخلاقیات کا خیال نہ رکھا

جائے بلکہ اس میں بھی ان تمام باتوں کا خیال رکھنا بے حد ضروری ہے جن کا اسلام نے اجتماعی اور انفرادی حیثیت میں اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔مثلا:

۱۔ مسلح ہو کر مظاہروں کے لیے نہ نکلیں۔ ۲۔ مظاہرین کسی پر زیادتی نہیں کریں گے۔

۳۔ ملکی یا نجی املاک کو نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ ۴۔ غیر اخلاقی گفتگو نہیں کی جائے گی۔

۵۔ اور اس کا وہ طریقہ اختیار کریں گے جس سے دیگر وہ لوگ جو ان کے ساتھ شامل نہیں ہے انہیں کسی قسم کی پریشانی یا ان کی آمد ورفت میں کوئی خلل واقع نہ ہو۔اور اس کا حل یہ ہے کہ وہ اس کے انعقاد سے پہلے وہاں کیحکومتی ذمہ داران کو اطلاع دیں تا کہ وہ اس کا کوئی متبادل ڈھونڈ لیں۔اور اس کا دوسرا حل حکومت کی ذمہ داریوں کے عنوان میں بیان کیا گیا ہے۔

۶۔ مرد وعورتوں کا اختلاط نہ ہو۔ ۷۔ شریعت سے متصادم مطالبہ اور مقصد نہ ہو۔

۸۔ خودسوزی کرنا جائز نہیں ہے۔

۹۔ ہڑتال کے دوران نہ اپنے اور نہ ہی کسی اور کے مال کو ضائع کیا جائے گا۔

۱۰۔ جلوس کے دوران دیگر لوگوں کی آمد ورفت متاثر نہیں کی جائے گی۔

۱۱۔ اگر احتجاج کے بغیر بھی مطالبات پورے ہونے کا امکان ہو تو پہلے وہ طریقہ اختیار کیا جائے اور احتجاج کا راستہ سب سے آخری حل کے طور پر اختیار کیا جائے گا۔

۱۲۔ اسی طرح ہر وہ چیز جو شرعی نقطۂ نظر سے ناپسند، ناجائز ہو اس سے بچتے ہوئے احتجاج کا انعقاد اور ان میں شرکت کی جائے۔

حکومت کی ذمہ داری: جہاں مظاہرین کے لیے کچھ حدود وقیود ہے وہیں حکومت کی بھی کچھ ذمہ داریاں ہیں جنہیں ادا کرنے کی اس پر ذمہ داری ہے۔

۱۳۔ حکومت بڑے شہروں میں جہاں مظاہروں کی کثرت بھی ہو اور اس سے لوگ پریشانی میں مبتلا بھی ہوتے ہوں وہاں اس کے لیے کوئی مقام مخصوص کردے کہ اس کے علاوہ کسی اور مقام پر احتجاج کرنا منع ہے۔اور وہاں میڈیا کو بھی سہولیات مہیا کرے تا کہ ان مظاہرین کی بات پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے دوسرے لوگوں تک پہنچ جائے۔

۱۴۔ حکومت کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ جس کا جو مسئلہ ہو اس کے حل کی فوری اور مثبت کوشش کرے تا کہ لوگ وہاں آ کر اپنے مطالبات پورے نہ ہو سکنے کی وجہ سے نفسیاتی دباؤ کا شکار ہو کر کوئی اور راستہ اختیار نہ کریں۔

۱۵۔ حکومت مظاہرین کو مکمل حق دے کہ وہ اپنا احتجاج ریکارڈ کرا سکیں ان کے اس حق کو دبانے کی کوشش نہ کی جائے

کہ جس کی وجہ سے وہ پرامن مظاہروں کے بجائے پرتشدد راہ اختیار کرے۔

خلاصۂ بحث

اگر ہم احتجاج کے جواز کا فتویٰ دینے والے علمائے کرام کے دلائل کا جائزہ لیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ احتجاج فی نفسہ کوئی مقصود بالذات عمل نہیں ہے بلکہ یہ مقاصد کو حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔اب یہ ہوسکتا ہے کہ کوئی اس کو غیر شرعی مقاصد کے لیے استعمال کر ےیا مقاصد شرعیہ تو ہو مگر اس میں منکرات (ظلم، زیادتی وغیرہ) کا ارتکاب کرے تو اس سے وہ احتجاج جو شرعی حدود و قیود کے ساتھ اور مقاصدِ شرعیہ کے لیے ہو اس کے فی نفسہ جائز ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑے گا کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کے کوئی عالمِ دین اسلحہ بنانے اور اس کی خرید و فروخت پر عدمِ جواز کا فتویٰ نہیں لگاتے حالانکہ یہی اسلحہ ہے جو ایک طرف جہاد فی سبیل اللہ کے لیے استعمال ہوتا ہے تو دوسری طرف فساد فی الارض اور نفسانی خواہشات کے لیے استعمال ہوتا ہے تو جس طرح اس میں نتیجہ اور مقاصد کا اعتبار کیا جائے گا اسی طرح احتجاج میں بھی نتیجہ اور مقاصد کا اعتبار کیا جائے گا۔

اسی طرح عدمِ جواز کی ایک وجہ بدعت ہونے کی تھی۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ہر چیز زمانہ نبوت کے بعد بدعت کے زمرے میں نہیں آتی جس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ سیدنا عثمانؓ کا مقامِ زوراء پر دوسری اذان دلوانے کا عمل مدینہ کی وسعت کی وجہ سے تھا اور اس کا شمار بدعت میں نہیں ہوتا۔اور دوسری بات یہ ہے کہ یہ اعتراض بدعت کی تعریف کے خلاف ہے اس لیے کہ بدعت دین میں کوئی چیز عبادت سمجھ کر ثواب کی نیت سے ایجاد کرنے کا نام ہے حالانکہ مجوزین میں سے کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ یہ دین کا حصہ ہے بلکہ تمام کی رائے ہے کہ یہ وسائل اور ذرائع میں سے ہے اور تجددِ زمانہ کے ساتھ ساتھ اس میں بھی جدت پیدا ہوتی جائے گی۔

تیسرا اعتراض 'کفار سے مشابہت' ہونے کا تھا اور اسلامی تاریخ کے نظائر میں ہم نے دیکھا کے ایک مظلوم شخص کو خود اللہ کے رسولؐ نے سڑک پر اپنے ساز و سامان کے ساتھ بیٹھ کر احتجاج کرنیا ور رائے عامہ کو اپنے حق میں ہموار کرنیکا طریقہ بتایا اور اسی طرح سیدنا عمرؓ کے قبولِ اسلام کے بعد مسلمانوں نے رسول اکرمؐ کی قیادت میں کفر کے صنادید کے سامنے اسلام کی قوت کا بھرپور مظاہرہ کیا یعنی کہ یہ کفار سے مشابہت یا ان کی تقلید نہیں بلکہ یہ تو چودہ سو سال سے مسلمانوں کی تاریخ کا حصہ ہے۔

ایک بات یہ کی گئی تھی کہ یہ مسلم حاکم کے خلاف خروج ہے اور یہ جائز نہیں ہے۔خروج کے حوالے سے بنیادی بات یہ ہے کہ مظاہرے خروج میں شامل ہی نہیں ہیں۔جیسا کہ اس کی تعریف سے ہمیں معلوم ہوا بلکہ یہ تو مظلوم کی نصرت، سدِ جرائم اور اسلام کی قوت کے اظہار وغیرہ کے لیے ہوتے ہیں۔

آج کا دور میڈیا کا دور ہے اور دشمنانِ اسلام آزادی اظہارِ رائے کے خوشنما پردے کی آڑ لے کر اپنے خبثِ باطن کا

اظہار کرتے ہیں اور یہ شیطانی جنگ ہے جس کی طرف قرآن ان الفاظ میں اشارہ کرتا ہے 'و استفـزز مـن استطعت منهـم بصوتک' تو جتنی طاقت رکھتا ہے اپنی آواز سے ان کو گمراہ کردے (بنی اسرائیل 17 / 64) تو اگر اس جنگ میں مسلمان مجتمع ہو کر اپنی رائے کا اظہار کریں تو کیا چیز مانع ہے!

نوٹ: پاکستان کی حد تک خروج کی بحث کے حوالے سے یہ بات واضح ہے کہ یہاں پر مظاہرہ، خروج میں شمار نہیں کیا جائے گا کیونکہ آئین اس کی اجازت دیتا ہے "امنِ عامہ کے مفاد میں قانون کے ذریعے عائد کردہ پابندیوں کے تابع، ہر شہری کو پرامن طور پر اور اسلحہ کے بغیر جمع ہونے کا حق ہوگا"۔وو **فقنا الله لما يحب ويرضى**

مراجع وحواشی

(۱) محمد بن ابی بکر ابنِ قیم الجوزیہ۔(۱۴۱۱/ ۱۹۹۱ء)۔اعلام الموقعین۔ج ۲۔بیروت: دار الکتب العلمیہ۔ص ۱۲۳

(۲) ابونصر اسمعیل بن حماد الجوہری۔(س۔ن)۔الصحاح۔ص ۲۲۳۷

(۳) ابن منظور الافریقی۔(س۔ن)۔لسان العرب۔۴/ ۵۲۵۔ج ۴۔ص ۵۲۵

(۴) http://shamela.ws/browse.php/book-37642#page-3

(۵) https://en.wikipedia.org/wiki/Protest

(۶) عبدالعزیز بن باز، مفتی اعظم، "مشمولہ ہفت روزہ مجلۃ الفرقان"۔ش ۸۲۔کویت: جمعیت احیاء التراث الاسلامی۔ص ۱۲

(۷) محمد بن صالح العثیمینؒ۔(۱۴۲۶ھ)۔الصحوۃ الاسلامیۃ۔دادار الوطن للنشر۔ص ۴۲

(۸) https://www.facebook.com/notes/144375038963773/

(۹) https://www.facebook.com/notes/144375038963773/

(۱۰) http://www.qaradaghi.com/chapterDetails.aspx?ID=2148

(۱۱) http://shamela.ws/browse.php/book-37642#page-7

(۱۲) http://alibenhadj.net/play.php?catsmktba=421

(۱۳) ابوالاعلیٰ مودودی۔(۲۰۰۰ء)۔اسلامی ریاست۔باب ۱۲۔عنوان ۱۵،۱۶۔ط ۲۰۔لاہور: اسلامک پبلی کیشنز۔ص ۵۸۹، ۵۸۸

(۱۴) ابن منظور الافریقی۔ص ۳۵۱

(۱۵) ابراہیم بن موسیٰ شاطبیؒ۔(۱۴۲۹ھ/ ۲۰۰۸ء)۔الاعتصام۔ج ۱۔المملکۃ العربیۃ السعودیۃ: دار ابن الجوزي۔ص ۴۷

(۱۶) احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہؒ۔(۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۵ء)۔مجموع الفتاوی۔ج ۴۔المدینۃ النبویۃ: مجمع الملک فھد۔ص ۱۰۷-۱۰۸

(۱۷) محمد بن مسلم۔(س۔ن)۔الصحیح لمسلم۔بَابُ نَقْضِ الْأَحْكَامِ الْبَاطِلَةِ وَرَدِّ مُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ۔ح ۴۵۸۹۔بیروت: دار الجیل بیروت + دار الافاق الجدیدۃ بیروت

(۱۸) محمد بن زید ابن ماجہ۔بَابُ اتِّبَاعِ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ۔ح ۴۲

(۱۹) احمد بن علي ابنِ حجر۔(۱۳۷۹ھ)۔فتح الباری۔ج ۱۳۔بیروت: دار المعرفہ۔ص ۲۵۴

(۲۰) عبدالرحمٰن بن احمد ابنِ رجب۔(۴۲۲ھ)۔جامع العلوم والحکم۔ج ۲۔بیروت: مؤسسۃ الرسالہ۔ص ۱۲۷

(۲۱) زین الدین بن ابراھیم ابنِ نجیم ۔(س۔ن)۔البحر الرائق۔باب البغاۃ۔ج ۵۔دار الکتاب الاسلامی۔ص۱۵۱

(۲۲) The Germantown Protest (1688)

(۲۳) ابوداؤدؒسلیمان بن الاشعث ۔سنن ابوداؤد۔باب فی حق الجوار۔کتاب الادب۔ح ۵۱۵۳

(۲۴) محمد بن اسماعیل بخاریؒ۔صحیح البخاری۔کتاب المغازی۔باب ابن رکز النبیؐ الرایۃ یوم الفتح۔ح ۴۲۸۰

(۲۵) محمد بن اسماعیل بخاریؒ۔صحیح البخاری۔(۱۴۲۲ھ)۔محقق: محمد زھیر بن ناصر الناصر۔شرح وتعلیق د. مصطفیٰ دیب البغا استاذ الحدیث و علومہ فی کلیۃ الشریعۃ - جامعۃ دمشق۔طبع اول۔ج ۵۔ح ۴۲۸۰۔ناشر: دار طوق النجاۃ۔ص ۱۴۶؛ ابن حجر احمد بن علی۔فتح الباری۔باب ابن رکز النبی صلی اللہ علیہ وسلم الرایۃ یوم الفتح۔ح ۴۲۸۰۔دار الفکر

(۲۶) محمد بن اسماعیل بخاریؒ۔صحیح البخاری۔کتاب الحج۔باب ۵۵۔ح ۱۶۰۲

(۲۷) ایضاً۔باب الرمل فی الحج والعمرۃ۔ح ۱۶۰۴

(۲۸) ابومحمد الحسین بن مسعود البغوی الشافعی۔(۱۹۸۳)۔شرح السنۃ۔ج۹۔ح ۲۳۴۶۔تحقیق: شعیب الارنؤوط-محمد زھیر الشاویش، المکتب الاسلامی۔بیروت: دمشق۔ص ۱۸۶

(۲۹) ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصبھانیؒ۔حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء۔ج ۱۔بجوار: السعادۃ۔ص ۴۰

(۳۰) احمد بن علی جصاص۔(۱۴۱۵ھ۔۱۹۹۴ء)۔احکام القرآن۔ج ۱۔بیروت: دار الکتب العلمیہ۔ص ۱۲۰

(۳۱) اسماعیل بن عمر ابنِ کثیر۔تفسیر ابن کثیر۔تفسیر آیت لایحب اللہ الجھر بالسوء من القول الا من ظلم

(۳۲) محمد بن عمر رازی۔مفاتیح الغیب۔تفسیر آیت لایحب اللہ الجھر بالسوء من القول الا من ظلم۔ج ۱۱۔ص ۲۵۴

(۳۳) اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور۔(۲۰۱۲ء)۔آرٹیکل ۱۶۔ناشر: کرامت حسین نیازی سیکرٹری قومی اسمبلی پاکستان۔ص ۱۰